مقالہ نمبر۲

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق
جناب مولانا محمد سعد صاحب کی بعض قابل اشکال باتیں
اوران کی طرف سے دیئے گئے جوابات کی تحقیق

مرتب

محمد زید مظاہری ندوی، استاذ حدیث وفقہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

عنوانات	صفحات
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے متعلق تحقیق	۳
جناب مولانا سعد صاحب کا بیان	۳
مولانا دامت برکاتہم کے بیان کا حاصل ونتیجہ	۴
مولانا سعد صاحب کی بیان کردہ باتوں کے متعلق چند ابھرتے ہوئے سوالات	۴
ان باتوں کے جوابات کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟	۵
کیا واقعۃً حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن تک دعوت کا کام چھوڑ کر خطا کے مرتکب ہوئے ؟	۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوت وتبلیغ کا کام کبھی ترک نہیں کیا	۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنانا	۸
اور حضرت ہارون علیہ السلام کا برابر دعوت وتبلیغ کرتے رہنا قرآن پاک سے ثابت ہے	۸
مسلک دیوبند کے مطابق انبیاء اور صحابہ کے لئے بہت محتاط زبان استعمال کرنی چاہئے	۱۰
خلوت وعزلت اور گوشہ نشینی کی علی الاطلاق مذمت کرنا بھی صحیح نہیں	۱۱
ایک بڑا علمی مغالطہ	۱۳
حق تعالیٰ کے فرمان: ''مَا أَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یَا مُوسَی'' میں استفہام انکاری نہیں ہے	۱۳
یہ کہنا بھی قطعاً غلط ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی عجلت کی وجہ سے بنی اسرائیل گمراہ ہوگئے تھے	۱۵
خلاصۂ کلام	۱۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين

محمد وعلىٰ آله واصحابه اجمعين

مقالہ نمبر۲

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصّہ سے متعلق تحقیق

جناب مولانا محمد سعد صاحب کا بیان

حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے بعد نماز فجر بنگلہ والی مسجد نظام الدین دہلی میں ۱۳؍ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۳؍دسمبر ۲۰۱۶ء کو بعد نماز فجر بیان فرمایا:

.....اس میں کوئی شک نہیں کہ دین کے سارے شعبوں کا احیاء دعوت الی اللہ کے فریضہ کی ادائیگی پر موقوف ہے، دعوت کا چھوٹ جانا یہ امت کی گمراہی کا یقینی سبب ہے، دعوت کا چھوٹ جانا یہ امت کی گمراہی کا یقینی سبب ہے، دعوت کا چھوٹ جانا یہ امت کی گمراہی کا یقینی سبب ہے، علماء نے لکھا ہے کہ دعوت الی اللہ کا چھوٹ جانا گمراہی کا سبب ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے مفسرین نے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ کر اللہ کی رضا اور اس کو خوش کرنے کے لئے تنہا عبادت میں مشغول ہو گئے اور قوم پیچھے رہ گئی، اللہ نے پوچھا کہ **"مَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَا مُوسىٰ"** اے موسیٰ علیہ السلام تمہیں جلدی میں کس نے ڈال دیا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہ لوگ پیچھے رہ گئے میں آپ کو راضی کرنے کے لئے آگے بڑھ گیا۔

(دھیان سے سننا بات کو) اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! ہم نے تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو فتنہ اور آزمائش میں ڈال دیا، علماء نے لکھا ہے کہ وجہ یہ ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام بجائے قوم کو ساتھ لے کر آنے کے قوم کو چھوڑ کر آ گئے، ۴۰؍رات موسیٰ علیہ السلام نے عبادت میں گزاری، اللہ کی شان کہ چھ لاکھ بنی اسرائیل جو سب کے سب ہدایت پر تھے، ان میں سے ۵؍لاکھ ۸۸؍ہزار ۴۰؍رات کی چھوٹی سی مدت میں گمراہ ہو گئے۔ صرف ۴۰؍رات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کیا، میں یہ سمجھ کر کہہ رہا ہوں کہ صرف ۴۰؍رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت کا عمل نہیں کیا، ۴۰؍رات موسیٰ علیہ السلام عبادت میں مشغول رہے، اور اس ۴۰؍رات کے عرصہ میں ۵؍لاکھ ۸۸؍ہزار بنی اسرائیل سب کے سب بچھڑے کی عبادت پر جمع ہو گئے، اور ان سب نے یہ کہا کہ ہم بچھڑے کی عبادت کرتے رہیں گے جب تک موسیٰ علیہ السلام واپس نہیں آئیں گے **"لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسىٰ"** جب تک موسیٰ علیہ السلام واپس نہیں آئیں گے ہم بچھڑے کی عبادت پر جمے رہیں گے، صرف ۱۲؍ہزار ہدایت پر رہے، باقی اکثر بنی اسرائیل بچھڑے کو معبود بنا کر اس کی عبادت پر جمع ہو گئے۔

(ماخوذ از: بے علمی کی گفتگو ص۳ مرتب: مولوی انیس احمد ندوی)

اس مضمون کو مولانا مختلف انداز سے کبھی اختصار و اجمال سے اور کبھی بسط و تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

(۱) ہتورا باندہ میں عالمی اجتماع کے موقع پر بعد مغرب اسی قصّہ کو مولانا نے بیان فرمایا جس کو احقر نے خود سنا، اس میں مذکورہ بیان کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خلوت و عزلت اور گوشہ نشینی قوم کی گمراہی اور ارتداد کا سبب ہے، نیز یہ بھی ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام اگر چہ حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر آئے تھے، لیکن حضرت ہارون علیہ السلام تو شریک اور وزیر تھے، خود اصل کو ساتھ ہونا چاہئے محض نائب کا ہونا کافی نہیں، اسی وجہ سے قوم گمراہ ہو گئی، اور بطور دلیل کے یہ آیت پڑھی، **وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْراً مِّنْ أَهْلِيْ هَارُوْنَ اَخِيْ اُشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ وَاَشْرِكْهُ فِيْ اَمْرِيْ** .

مولانا دامت برکاتہم کے بیان کا حاصل ونتیجہ

مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم کے اس نوع کے بیانات سے چند باتیں واضح طور پر لوگوں نے سمجھیں۔

(۱) دعوت الی اللہ کا چھوٹ جانا امت کی گمراہی کا یقینی سبب ہے۔

(۲) موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کے لئے قوم کو چھوڑ کر تنہا عبادت میں مشغول ہو گئے تھے۔

(۳) موسیٰ علیہ السلام قوم کو ساتھ لانے کے بجائے ان کو چھوڑ کر آ گئے اور ۴۰؍رات عبادت میں گزاری جس کی وجہ سے ۶؍لاکھ ۸۸؍ہزار بنی اسرائیل مرتد ہو گئے۔

(۴) ۴۰؍رات تک موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کیا کیونکہ ۴۰؍رات خلوت وعبادت اور حق تعالیٰ سے مناجات میں مشغول رہے، جس کے نتیجہ میں یہ گمراہی سامنے آئی، خلوت وعزلت اور گوشہ نشینی لوگوں کی گمراہی اور ارتداد کا سبب ہے۔

(۶) محض نیابت وخلافت کافی نہیں، اصل ہی کو ساتھ ہونا چاہئے۔

مولانا کے مذکورہ بیان کا ظاہری طور پر جو اثر ہونا چاہئے، اور امت کی اس سے جو ذہن سازی ہونی چاہئے، اپنے اپنے ظرف اور فہم کے مطابق سامعین نے اس کا پورا اثر لیا، اور اس کے بعد امت خود بھی انہی باتوں کو اپنے انداز سے بیان کرنے لگی، اور کھلم کھلا جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے لگی، مثلاً یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا عمل ۴۰؍دن تک چھوڑے رکھا، تو ۵؍لاکھ ۸۸؍ہزار بنی اسرائیل مرتد ہو گئے، دعوت کا کام چھوڑنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی، خلوت وعزلت اور گوشہ نشینی جس کو خانقاہی نظام اور دعوت سے جداگانہ نظام سمجھا جاتا ہے، وہ قوم کی گمراہی اور ارتداد کا یقینی سبب ہے، مولانا کے بیان کے نتیجہ میں ہزاروں لاکھوں افراد اس نوع کی باتیں بیان کر کے موسیٰ علیہ السلام کی شان میں سخت گستاخیاں کرنے لگے، اور جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا ایک دروازہ کھول دیا گیا، العیاذ باللہ۔

مولانا سعد صاحب کی بیان کردہ باتوں سے متعلق چند ابھرتے ہوئے سوالات

مولانا سعد صاحب کی بیان کردہ باتوں کے متعلق چند سوالات ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

(۱) کیا واقعۃً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ۴۰؍دن تک دعوت کا کام چھوڑ دیا تھا، جس کی وجہ سے وہ خطا کے مرتکب ہو گئے، اور جس کے نتیجہ میں اتنی بڑی تعداد میں بنی اسرائیل مرتد ہو گئے؟ خدانخواستہ اگر ایسا کیا تو کیا نعوذ باللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی؟

(۲) کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس مدتِ غیبت میں بھی دعوت وتبلیغ کا کام نہیں ہوا، جس کی وجہ سے یہ گمراہی سامنے آئی؟

(۳) کیا موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنانا کافی نہ تھا، جب کہ وہ خود بھی پیغمبر تھے؟

(۴) موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کے لئے عجلت فرمانے کا جو اقدام کیا وہ صحیح تھا یا غلط؟

(۵) یہ تعجیل قوم کے کن لوگوں سے تھی؟ یعنی بنی اسرائیل کے منتخب افراد سے جلدی کر کے موسیٰ علیہ السلام آگے آ گئے تھے، یا پوری قوم کو ساتھ لانے کا حکم تھا، ان سب کو چھوڑ کر آنے میں جلدی کی؟

(۶) پھر موسیٰ علیہ السلام کے اس جلدی کرنے کے نتیجہ میں گمراہ ہونے والے اور مرتد ہونے والے کون لوگ تھے؟ وہ چند نقباء یعنی منتخب لوگ جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیچھے آ رہے تھے، یا پوری قوم کے اکثر افراد گمراہ ہو گئے تھے، جو حضرت ہارون علیہ السلام کی نگرانی میں تھے؟ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ترکِ دعوت یا اشتغال بالمناجات کے نتیجہ میں کون لوگ مرتد ہوئے تھے، اور جو مرتد ہوئے تھے بروقت ان کی اصلاح کی کوشش اور ان کو دعوت وتبلیغ کی گئی تھی یا نہیں؟

(۷) خلوت وعزلت اور گوشہ نشینی کیا یہ واقعی مذموم عمل ہے؟ جس کے نتیجہ میں گمراہی اور ارتداد پھیلتا ہے؟ عوام الناس نے ان سب باتوں سے کیا تأثر لیا؟

ان باتوں کے جوابات کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

واقعہ یہ ہے کہ ان سب باتوں کے قائل حضرت مولانا سعد صاحب جب اپنی سب باتوں سے بغیر کسی توجیہ وتاویل کے علماء دیوبند پر اعتماد کرتے ہوئے رجوع فرما چکے ہیں، چنانچہ آخری رجوع نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''بندہ کو علماء دارالعلوم دیوبند پر مکمل اعتماد ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر تشریف لے جانے والے واقعہ میں بندہ اپنے تمام بیانات سے بلا تاویل وتوجیہ رجوع کرتا ہے، اور آئندہ اس کو بیان کرنے سے انشاء اللہ مکمل اجتناب کرنے کا پختہ ارادہ کرتا ہے''

فقط والسلام بندہ محمد سعد کاندھلوی

(بیشک مولانا کا یہ رجوع نامہ کافی ہوسکتا ہے بشرطیکہ اس رجوع کے حقوق بھی ادا کریں، یعنی آئندہ ان باتوں کے بیان سے پوری احتیاط کریں، اور جو بیان کر چکے ہیں بڑے اجتماعات میں بھی تدارک کے طور پر ان سب باتوں سے رجوع کا اعلان کردیں، تاکہ ان کی کہی ہوئی غلط باتیں جوامت میں چل پڑی ہیں، ان کے بیان کرنے سے لوگ باز آجائیں، بلکہ مولانا خود صراحۃً منع فرمادیں کہ ایسی باتیں آپ لوگ بیان نہ فرمائیں، یہ ان کی بہت بڑی ذمہ داری ہے)

اس واضح رجوع کے بعد اب ان اٹھتے ہوئے سوالات کے جوابات کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن اول تو اس رجوع کے حقوق ادا نہیں کئے گئے، یعنی نہ اس کی تلافی وتدارک کی کوشش کی گئی نہ ہی مجمع عام میں رجوع کا اعلان کیا گیا، جس طرح مجمعِ عام میں غلط باتوں کو بیان کیا گیا تھا، اور وہ باتیں لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھی ہوئی ہیں، اب تک رجوع والی بات ان تک نہیں پہنچ سکی۔

دوسرے چند روز قبل ناظم مظاہر علوم سہارنپور کی طرف منسوب شائع ہونے والے جوابات جن کو بعض اساتذۂ حدیث مظاہر علوم سہارنپور نے مرتب کیا ہے اور حضرت ناظم صاحب کی نگرانی ہی میں وہ لکھے اور شائع کئے گئے ہیں، ان جوابات سے امت کو بلکہ پڑھے لکھے طبقہ کو بھی یہ پیغام پہنچ رہا ہے اور یہ غلط فہمی عام ہورہی ہے کہ مولانا سعد صاحب نے یوسف اور موسیٰ علیہما السلام کے تعلق سے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ فرمایا کرتے ہیں سب بالکل صحیح ہے، اس کے مراجع اور حوالے بھی موجود ہیں، لہٰذا موسیٰ اور یوسف علیہما السلام کے تعلق سے ان پر جو اعتراضات والزامات لگائے جارہے تھے جب ان کے حوالے ومراجع مل گئے تو اب ان سے رجوع کی بھی ضرورت نہ رہی، سابقہ رجوع بھی شاید عجلت میں ہوگیا تھا، واللہ اعلم۔

اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور یوسف علیہما السلام کے تعلق سے ان پر الزام کی جتنی بھی باتیں مولانا سعد صاحب کی طرف سے کہی جاتی ہیں، گویا ان سب غلط باتوں کی صحت وحقانیت پر مہر لگ جائے، کیونکہ علماء مظاہر نے اس کے حوالے پیش کردیئے، حالانکہ یہ ساری باتیں بالکل مرجوح ومردود اور ناقابلِ اعتبار ہیں، نیز علماءِ دیوبند کی تصریحات کے بھی خلاف ہیں، اس لئے مولانا سعد صاحب کے رجوع کے بعد حضرت مولانا سلمان صاحب (ناظم مظاہر علوم سہارنپور) کی زیرنگرانی مظاہر علوم سہارنپور کے بعض اساتذہ کے مرتب کئے ہوئے جوابات کی وجہ سے ان باتوں کی مزید تحقیق اور جواب دینے کی ضرورت پیش آرہی ہے، عدل وانصاف اور سنجیدگی کے ساتھ اللہ کو حاضر وناظر جان کر ان کو ملاحظہ فرمائیے!

کیا واقعۃً حضرت موسیٰ علیہ السلام ۴۰ر دن تک دعوت کا کام چھوڑ کر خطا کے مرتکب ہوئے؟

جناب مولانا محمد سعد صاحب کا یہ کہنا کہ: ''صرف ۴۰ر رات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کیا، میں یہ سمجھ کر کہہ رہا ہوں کہ صرف ۴۰ر رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت کا عمل نہیں کیا، ۴۰ر رات موسیٰ علیہ السلام عبادت میں مشغول رہے، اور اس ۴۰ر رات کے عرصہ میں ۵ر لاکھ ۸۸ر ہزار بنی اسرائیل سب کے سب بچھڑے کی عبادت میں جمع ہوگئے''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے یہ باتیں کہنا کہ انہوں نے ۴۰ر دن تک دعوت کا کام نہیں کیا الخ، موسیٰ علیہ السلام کی شان میں بڑی بے ادبی اور گستاخی اور ترکِ دعوت کا ان پر سخت قسم کا الزام ہے۔

سوال یہ ہے کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام ۳۰/دن اور اضافہ کے ساتھ ۴۰/دن کے لئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے تھے، اور اس پوری مدت میں موسیٰ علیہ السلام کا قوم سے رابطہ نہ رہا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دعوت وتبلیغ کا سلسلہ بھی منقطع رہا، تو اتنی مدت تک کوہِ طور پر آپ کا مقیم رہنا، یہ کس کے حکم سے تھا؟ اس سلسلہ میں قرآن کیا کہتا ہے، اس کو خود قرآن ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے، ارشادِ خداوندی ہے:

وَوٰعَدْنَا مُوْسیٰ ثَلاثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً. (سورہ اعراف، پ۹)

(**ترجمہ وتفسیر از بیان القرآن**) اور (جب بنی اسرائیل سب پریشانی سے مطمئن ہوگئے تو موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہم کو کوئی شریعت ملے تو اس پر بفراغ خاطر عمل کریں، موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی، حق تعالیٰ اس کا قصہ فرماتے ہیں): کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے ۳۰/شب کا وعدہ کیا، (کہ طور پر آکر معتکف ہو، تو تم کو شریعت کی کتاب تورات دی جاوے) اور ۱۰/شب اور ان تیس راتوں کا تتمّہ بنادیا، (یعنی تورات دے کر ان میں دس راتیں عبادت کے واسطہ اور بڑھادیں، جس کی وجہ سورہ بقرہ معاملہ سوم میں مذکور ہوچکی ہے) سو ان کے پروردگار کا (مقرر کیا ہوا) وقت یہ سب مل کر پورے چالیس شب ہوگیا۔ (بیان القرآن سورہ اعراف، پ۹، رکوع ۶)

فائدہ: یہ قصہ اس وقت ہوا جب فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل کسی مقام پر ٹھہر گئے، تو موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اب ہم بالکل مطمئن ہوگئے، اگر کوئی شریعت ہمارے لئے مقرر ہو تو اس کو اپنا دستور العمل بنادیں، موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم کوہِ طور پر آکر ایک مہینہ ہماری عبادت میں مشغول رہو، ایک کتاب تم کو دیں گے، آپ نے ایسا ہی کیا، اور تورات مل گئی، مگر دس روز اور عبادت میں مشغول رہنے کا اس لئے حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک ماہ روزہ رکھنے کے بعد افطار فرمالیا تھا، اللہ تعالیٰ کو روزہ دار کے منہ کا رائحہ (جو کہ خلو معدہ کی تبخیر سے پیدا ہوجاتا ہے) پسند ہے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ دس روزے اور رکھیں، تا کہ وہ رائحہ پھر پیدا ہوجائے، اس طرح یہ چالیس روز ہوگئے۔ (بیان القرآن ص ۳۱، ج ۱، سورہ بقرہ، پ ۱)

اسی بات کو حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب ''الترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والحنیف''میں تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو ص ۲۸، ۲۹۔

اس پوری تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہِ طور پر قیام محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بعد تو آپ اس بات کے مکلّف ہوگئے تھے کہ چالیس روز کوہِ طور پر قیام فرماتے، اور چونکہ یہ آپ کے لئے اللہ کی طرف سے امر تشریعی تھا، اس لئے اس مدت میں آپ دعوت کے نہیں بلکہ کوہِ طور پر قیام ہی کے مکلّف تھے، بالفرض اگر آپ اس کے خلاف کرتے اور قوم کی فکر میں چالیس دن سے پہلے ہی واپس ہولیتے تو امر تشریعی کی خلاف ورزی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے، باقی اس مدت میں آپ کی غیبت میں قوم کا گمراہ ہوجانا یہ امر تکوینی اور مشیت الٰہی سے تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس میں کوئی قصور نہیں، اور نہ ہی ترکِ دعوت کا آپ پر الزام عائد کیا جاسکتا ہے، کیونکہ آپ اس وقت جس چیز کے مکلّف تھے (یعنی اعتکاف اور خلوت میں حق تعالیٰ سے مناجات کے) اس میں آپ مشغول تھے۔

اور کوہِ طور پر قیام اور حق تعالیٰ سے مناجات تو آپ کے لئے بڑی نعمت اور بڑے درجہ کی معراج تھی، جس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلایا، اور بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا تھا، اسی طریقہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس ایک مدت کے لئے بلایا اور اس میں بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا، تو کیا کوئی شخص نعوذ باللہ رسول اللہ پر یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ آپ معراج پر تشریف لے گئے اور اتنی مدت تک دعوت وتبلیغ کا کام آپ نے چھوڑ دیا؟ اور بالفرض اس مدت میں آپ کے دعوت نہ کرنے کے نتیجہ میں اگر کوئی دینی نقصان سامنے آتا تو کیا رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے اس مدت میں دعوت کا کام چھوڑ دیا، اس کی وجہ سے یہ گمراہی سامنے آگئی؟ اور اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو رسول اللہ ﷺ پر بھی اعتراض کرتا اور آپ کی شان میں سخت گستاخی کرتا ہے، پھر اگر رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ بات نہیں کہی جاسکتی اور اتنی صدیوں تک آج تک کسی نے یہ بات نہیں کہی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کیونکر یہ بات کہی جاسکتی

ہے، اور ایسا کہنا اگر حضور ﷺ کی شان میں گستاخی ہے تو موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کیوں نہیں؟ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کچھ بھی کر رہے تھے اور اس مدت میں آپ نے جو کچھ بھی کیا اللہ کے حکم ہی سے کیا، جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی نکیر اور ملامت نہیں فرمائی، پھر جب اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے آپ کوہِ طور پر ترکِ دعوت کے ساتھ مقیم تھے، اس پر اعتراض کرنا دراصل اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا ہے، ایسی گستاخانہ باتوں کا اثر کہاں سے کہاں تک پہنچتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوت وتبلیغ کا کام کبھی ترک نہیں کیا

دوسرے مولانا کا یہ کہنا کہ: ''صرف چالیس رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کیا، یہ میں سمجھ کر کہہ رہا ہوں کہ صرف چالیس رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت کا عمل نہیں کیا الخ، اور ہارون علیہ السلام تو محض آپ کے خلیفہ اور نائب اور آپ کے کام میں شریک تھے، اصل کو ساتھ ہونا چاہئے، نائب کا ہونا کافی نہیں، وغیرہ وغیرہ۔

یہ کہنا بھی جلیل القدر نبی کی شان میں بڑی بے ادبی اور سخت گستاخی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ایسی سمجھ سے امت کی حفاظت فرمائے۔

کتنی موٹی اور بدیہی بات ہے اور ہر ایک کے سمجھ میں آجانے والی کتنی واضح حقیقت ہے کہ دعوت وتبلیغ جس طرح بالمشافہہ یعنی خود جا کر ہوتی ہے اسی طرح اپنا کسی کو نائب اور خلیفہ بنا کر بھی ہوتی ہے، یعنی کبھی بذات خود اور کبھی بواسطہ خلیفہ ونائب، انبیاء علیہم السلام نے دونوں طرح سے دعوت دی ہے، اور قرآن وحدیث سے دونوں طرح سے دعوت دینا ثابت ہے، مثلاً:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن اپنا نائب بنا کر بھیجا اور فرمایا تھا کہ معاذ تم اہل کتاب کے پاس داعی بن کر جا رہے ہو، تمہاری دعوت کی ترتیب یہ ہونی چاہئے کہ پہلے ان کو توحید ورسالت کی دعوت دینا، پھر...... الخ

عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ بعث معاذاً إلى اليمن فقال إنک تاتی قوماأهل كتاب فادعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله وأني رسول الله فان هم اطاعوا لذلک الخ. (ترمذی شریف ابواب الزکوۃ باب ماجاء فی کراہیۃ اخذ خیار المال ص ۱۳۶، ج ۱)

(۲) حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں ایک دیہات کے رہنے والے صحابی حاضر ہوئے، آکر عرض کیا یا محمد آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے آکر یہ پیغام دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا اس نے صحیح کہا، پھر ان صحابی نے مختلف باتیں عرض کر کے دریافت کیا کہ آپ کے قاصد نے یہ یہ کہا..... آپ نے ان سب کی تائید فرمائی۔

عن انسؓ جاء رجل من أهل البادية فقال: يا محمد أتانا رسولک فزعم لنا أنّک تزعم أنّ الله أرسلک قال: صدق، قال..... الخ. (مسلم شریف باب السوال عن ارکان الاسلام ص ۳۱، ج ۱، ترمذی شریف ابواب الزکوۃ ص ۱۳۴، ج ۱)

(۳) بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دعوتی مکتوب دحیہ نامی صحابی کے واسطہ سے ہرقل بادشاہ کے پاس بھیجا تھا۔

دحية صحابى جليل.....بعثه النبى ﷺ فى آخر سنة ست بعد أن رجع من حديبية لكتابه إلى هرقل. (فتح الباری ص ۵۱، ج ۱)

(۴) اسی طرح بعض احکام اور مسائل میں بھی آپ نے بعض صحابہ کو بھیجا کہ فلاں مسئلہ کی جا کر تبلیغ کردو، مثلاً بعض صحابہ کو بھیجا کہ مدینہ پاک کی گلیوں اور محلوں میں جا کر اعلان کردو کہ محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھیں۔ (مسلم شریف کتاب الصیام ص ۳۵۹، ج ۱ عن سلمہ بن الاکوع)

(۵) آپ کی خدمت میں وفدِ عبدالقیس آیا ان کو آپ نے مختلف احکام کی تبلیغ فرمائی اور اخیر میں فرمایا:

''اخبروا به من ورائهن'' مطلب یہ کہ جو لوگ یہاں نہیں آسکے ان کو ان باتوں کی تبلیغ کر دینا۔ (مسلم شریف کتاب الایمان ص ۳۵، ج ۱)

اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نائب بنا کر حضرت معاذؓ کو اور بعض دوسرے صحابہ کو دعوت لے کر بھیجا، اور انہوں نے وہ دعوت پہنچائی تو کیا یہ آپ کی طرف سے دعوت نہیں ہوگی؟ حضرت معاذ بن جبلؓ یمن میں حضور ﷺ کے نائب بن کر تشریف لے گئے، تو کیا اہل یمن کو آپ کی دعوت نہیں پہنچی اور حضرت معاذؓ کی دعوت کو کیا آپ کی دعوت نہیں کہا جائے گا؟ یقیناً کہا جائے گا، کیونکہ حضور ﷺ ہی نے ان کو اپنا نائب اور

اپنی دعوت دے کر بھیجا تھا، ورنہ لازم آئے گا اور کہنا پڑے گا کہ نعوذ باللہ آپ نے بہت سے موقعوں اور علاقوں میں دعوت نہیں پہنچائی، آپ کے نائب کا دعوت دینا آپ ہی کا دعوت دینا ہے، یہ بات سارے علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

جب یہ اتنی یقینی بات ہے کہ اصل کے نائب کا دعوت دینا اصل ہی کی دعوت کے قائم مقام ہوتا ہے، تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بات کیونکر کہی جاسکتی ہے کہ آپ نے چالیس دن تک دعوت کا کام نہیں کیا، اور اس کی وجہ سے ۵/لاکھ ۸۸/ ہزار بنی اسرائیل مرتد ہو گئے، یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس مدت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا دیا تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کی غیبت میں حضرت ہارون علیہ السلام پُر زور طریقہ سے دعوت کا کام کرتے رہے، لیکن بنی اسرائیل نے ان کی اطاعت نہیں کی، اور یہ دونوں باتیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب اور خلیفہ بنانا، اور حضرت ہارون علیہ السلام کا دعوت وتبلیغ کا کام پوری قوت کے ساتھ کرتے رہنا نص قطعی سے ثابت ہے، جس کا انکار نص قطعی کا انکار ہے، اس کے خلاف کہنا قرآن کے خلاف کہنا ہے۔

بلکہ محققین کی تصریح کے مطابق تو حضرت ہارون علیہ السلام خود بھی نبی تھے، اور دعوت دینے میں اصل تھے، یہ نیابت محض انتظامی امور یعنی سلطنت وحکومت میں تھی، جیسا کہ قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے:

فَأْتِيَاهُ فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ. (سورہ طہ، پ۱۶، آیت ۴۷)

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. (سورہ شعراء، پ۱۹، آیت ۱۶)

چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر اس کی تصریح بھی فرمادی:

فهارون عليه السلام نبي شريف كريم على الله له وجاهة وجلالة. (ابن کثیر ص ۲۴۳، ج ۲)

اسی وجہ سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

موسیٰ علیہ السلام کا "اُخْلُفْنِي" فرمانا، اس بنا پر ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام صرف نبی تھے، حاکم اور سلطان نہ تھے، اس صفت میں خلیفہ بنانا مقصود ہے، استخلاف فی النبوۃ مقصود نہیں۔ (بیان القرآن ص ۱۴۱، ج ۴، سورہ اعراف، پ ۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنانا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا برابر دعوت وتبلیغ کرتے رہنا قرآن پاک سے ثابت ہے

حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَالَ مُوْسىٰ لِأَخِيْهِ هَارُوْنَ أَخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ. (سورہ اعراف، پ۹)

ترجمہ وتفسیر: اور موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کو آنے لگے تو چلتے وقت انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ ذرا میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا، اور ان کی اصلاح کرتے رہنا، اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا۔ (بیان القرآن، سورہ اعراف، پ ۹)

مفسر قرآن علامہ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

وقد كان هارون عليه السلام نهاهم عن هذا الصنيع الفظيع أشد النهى، وزجرهم عنه أتم الزجر.....أنه نهاهم وزجرهم عن ذلك فلم يطيعوه ولم يتبعوه. (قصص الانبیاء لابن کثیر ص ۳۶۹)

حضرت تھانویؒ نے بھی اپنی کتاب "**الترتيب اللطيف فی قصة الكليم الحنيف**" میں اس کی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"یعنی میری غیبت میں میرے حصہ کے کام بھی تم ہی کرو، گویا حکومت و ریاست کے جو اختیارات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھے،

وہ ہارون علیہ السلام کو تفویض کر دیئے گئے اور چونکہ بنی اسرائیل کی تلوّن مزاجی اور سست اعتقادی کا پورا تجربہ رکھتے تھے، اس لئے بڑی تصریح وتاکید سے ہارون علیہ السلام کو متنبہ کر دیا کہ اگر میرے پیچھے یہ لوگ کچھ گڑ بڑ مچائیں تو تم اصلاح کرنا، اور میرے طریقِ کار پر پابند رہنا، مفسد پردازوں کی راہ پر مت چلنا" (تفسیر عثمانی سورہ اعراف، پ ۹)

الغرض حضرت ہارون علیہ السلام اپنی شانِ نبوت اور خلافتِ موسیٰ علیہ السلام کے تقاضے کے مطابق بنی اسرائیل کو برابر دعوت وتبلیغ کرتے رہے، ان کا دعوت وتبلیغ کرنا اور بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت سے منع کرنا خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، چنانچہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُوْنُ مِنْ قَبْلِ يَا قَوْمِ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ، وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِي وَاَطِيْعُوْا اَمْرِيْ.

(سورہ طٰہٰ، پ ۱۶)

ترجمه وتفسیر: اور ان لوگوں سے ہارون علیہ السلام نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لوٹنے سے) پہلے بھی کہا تھا کہ اے میری قوم! تم اس (گوسالہ) کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو، اور تمہارا رب حقیقی رحمٰن ہے (نہ کہ یہ گوسالہ) سو تم میری راہ پر چلو، اور میرا کہنا مانو (یعنی میرے قول وفعل کی اقتداء کرو) انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس واپس ہو کر آئیں اسی کی عبادت پر برابر جمے رہیں گے (غرض ہارون علیہ السلام کا کہنا نہیں مانا تھا یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام بھی آ گئے) (بیان القرآن سورہ طٰہٰ، پ ۱۶)

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

"بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی، مگر حضرت ہارون علیہ السلام نے موجودہ بائبل نویسوں کے علی الرغم يَا قَوْمِ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ، وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِي وَاَطِيْعُوْا اَمْرِيْ کہہ کر ان کی گمراہی اور اپنی بیزاری کا صاف اعلان کر دیا، اور وصیت موسوی کے موافق اصلاح حال کی امکانی کوشش کی۔

(تفسیر عثمانی ص ۲۲۲، پ ۹، سورہ اعراف)

اس پوری تفسیر کے پیش نظر ہر شخص بہت آسانی سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کسی شخص کا یہ کہنا کیسے اور کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن تک دعوت کا کام چھوڑے رکھا، جس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے، حضرت ہارون علیہ السلام تو موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اور نائب تھے بلکہ خود بھی نبی تھے، اگر خلیفہ اور نائب کا دعوت دینا اصل کی طرف سے دعوت کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت وہدایت کے مطابق ان کی نیابت میں حضرت ہارون علیہ السلام دعوت کا کام کریں اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہ سمجھی جائے۔

بالفرض اگر یہ دعوت ناکافی اور کسی درجہ میں قابل اعتراض ہے تو کیا نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی بابت بھی یہی بات سوچی جا سکتی ہے، اور کہی جا سکتی ہے کہ آپ نے بھی بہت سے موقعوں میں دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں بعض صحابہ کو اپنا نائب بنا کر کیوں بھیجا؟ پھر یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ ہارون علیہ السلام تو محض وزیر اور نائب اور شریک فی الامر تھے، جیسا کہ مولانا نے یہ بات فرمائی ہے کہ اصل کو ساتھ ہونا چاہئے، نائب کا ہونا کافی نہیں ہے، اور ہارون علیہ السلام تو محض وزیر اور شریک فی الامر تھے، اور بطور دلیل کے یہ آیت پڑھی:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْراً مِّنْ أَهْلِيْ هَارُوْنَ أَخِيْ أَشْدُدْ بِهِ أَزْرِيْ وَأَشْرِكْهُ فِيْ أَمْرِيْ.

(سورہ طٰہٰ، پ ۱۶)

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے کارِ نبوت میں شریک بنایا تھا، جیسا کہ مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے، نیز ارشادِ خداوندی ہے:

اذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِآيَاتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ، اذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰى، فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى. (سورہ طہ، پ ۱۶، آیت ۴۲، ۴۳، ۴۴)

خلاصہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہِ طور پر جانا اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنانا سب اللہ کے امر سے اور اس کی مرضی کے مطابق تھا، اور کسی بندے کی یہ مجال اور جرأت نہیں ہوسکتی کہ اس کے مقابلہ میں وہ یوں کہے کہ اصل کو ہونا چاہئے وزیر اور نائب کا ہونا کافی نہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ ''قصص الانبیاء'' میں تحریر فرماتے ہیں:

فلما ذهب على الذهاب استخلف شعب بنى اسرائيل أخاه هارون المحبب المبجل الجليل، وهو ابن أمه وأبيه ووزيره في الدعوة إلى مصطفيه، فوصّاه وأمره. (قصص الانبیاء ص ۳۵۱)

واقعہ یہ ہے کہ جس انداز سے مولانا یہ باتیں فرماتے ہیں مثلاً یہ کہ:

''دعوت کا چھوٹ جانا امت کا گمراہی کا یقینی سبب ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس رات تک دعوت کا عمل نہیں کیا جس کے نتیجہ میں پانچ لاکھ اٹھاسی ہزار بنی اسرائیل مرتد ہوگئے'' الخ۔

اس کہنے میں درحقیقت اللہ تعالیٰ پر، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور حضرت ہارون علیہ السلام پر، نیز حضرت محمد مصطفی ﷺ سب پر اعتراض لازم آتا ہے اور مولانا کی مذکورہ باتیں اور دعوے یقیناً قرآن پاک کے بھی خلاف ہیں، جن سے توبہ لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ پر اعتراض تو اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ اللہ کے حکم سے بنایا تھا اس پر یہ کہنا کہ اصل کو ہونا چاہئے تھا، نائب اور وزیر کا ہونا کافی نہیں، یہ دراصل اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی اس وجہ سے کہ ان پر ترکِ دعوت کا الزام عائد کیا حالانکہ جب انہوں نے اپنا نائب اور خلیفہ حضرت ہارون علیہ السلام کو بنا دیا، اور وہ برابر دعوت کا کام کرتے رہے، تو حضرت ہارون علیہ السلام کی دعوت حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی دعوت سمجھی جائے گی، اس لئے ترکِ دعوت کا الزام دے کر موسیٰ علیہ السلام کی شان میں بھی گستاخی ہوئی۔

اور حضرت ہارون علیہ السلام کی شان میں گستاخی اس وجہ سے ہوئی کہ وہ بھی سچے اور برحق نبی تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ دعوت کا عمل چھوٹ جانے سے بنی اسرائیل گمراہ ہوگئے، یہ حضرت ہارون علیہ السلام پر بھی ترکِ دعوت کا الزام ہوا۔

اور یہ ساری باتیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہِ طور پر جانا اور موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنانا اور ہارون علیہ السلام کا دعوت دینا قرآن سے ثابت ہے، اس لئے مولانا کا ان باتوں پر نکیر کرنا قرآن پاک پر نکیر کرنا ہے، اور قرآن کے خلاف باتیں کہنا ہے۔

اور بالفرض نیابتاً دعوت دینا اور دعوت میں کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا اگر قابل اشکال اور ناکافی ہے اور اس بنا پر ترکِ دعوت کا الزام دیا جاسکتا ہے جیسا کہ مولانا نے کیا ہے تو پھر نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ پر بھی بہت سے موقعوں میں ترکِ دعوت کا الزام آئے گا، اللہ تعالیٰ ایسی سمجھ سے امت کی حفاظت فرمائے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام پر ترکِ دعوت کا جُرم ثابت کرنے کے لئے بنی اسرائیل کے پانچ لاکھ اٹھاسی ہزار لوگوں کا گمراہ ہوجانا یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، محض اسرائیلی روایت ہے، نبی پر ترکِ دعوت کا جُرم ثابت کرنے کے لئے اسرائیلی روایات کا سہارا لینا بڑی خطرناک بات ہے۔

مسلک دیوبند کے مطابق انبیاء اور صحابہ کے لئے بہت محتاط زبان استعمال کرنی چاہئے

مسلک علماء دیوبند (جس کے اختیار کرنے اور اسی پر جمے رہنے کی مولانا بار بار ہدایت فرما چکے ہیں) کے مطابق تو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کی شان میں بہت ہی محتاط زبان استعمال کرنی چاہئے، ایسی کہ ان کی شان میں کسی پہلو سے سوءِ ادب اور گستاخی یا کسی نوع کا الزام نہ آنے پائے، اگر کسی نے ایسا کیا تو علماء اہل سنت والجماعت اور اہلِ حق نے ایسے موقع پر کبھی خاموشی اختیار نہیں کی، اور پورے طور پر دفاع کیا ہے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اس سلسلہ میں مسلک اہل سنت والجماعت (مسلک دیوبند) کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اگر اہل سنت والجماعت کے اس مسلک اعتدال پر کسی نے سوءِ ادب سے زبان کھولی، یا سلف صالحین یا ائمہ ہدایت کی شان میں گستاخی کی جرأت کی، یا ان کے تخطیۂ وتغلیط کی راہ اختیار کر لی یا ان کی راہ سے الگ کوئی نئی پگڈنڈی بنائی تو پھر انہوں نے (یعنی علمائے حق وعلمائے دیوبند نے) کبھی خاموشی بھی اختیار نہیں کی، بلکہ متانت آمیز انداز سے مدلل طریق پر مدافعت کی، تو اس کا نام نزاع وتعصب یا حمیتِ جاہلیت نہیں بلکہ دفعِ نزاع وشقاق ہے، جو ''جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ'' کی تعمیل ہے''

نیز تحریر فرماتے ہیں:

جو فرقہ ان کے بارے میں (یعنی انبیاء اور صحابہ کے بارے میں) بدگمانی یا بدزبانی یا بے ادبی کا شکار ہے وہی حقانیت سے ہٹا ہوا ہے، کیونکہ شریعت کے باب میں ان کے بارے میں کسی ادنیٰ دغل وفصل کا تو ہم پورے دین پر سے اعتماد اٹھا دینے کے مترادف ہے، اگر وہ بھی معاذ اللہ دین کے بارے میں راہ سے ادھر ادھر ہٹے ہوئے تھے، تو بعد والوں کے لئے راہِ مستقیم پر ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور پوری امت اول سے آخر تک نا قابل اعتبار ہو کر رہ جاتی ہے۔ (علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج ص ۱۰۶)

جب یہ بات صحابہ کے بارے میں ہے تو انبیاء علیہم السلام کے لئے کس درجہ میں ہوگی خود ہی اندازہ لگانا چاہئے۔

خلوت وعزلت اور گوشہ نشینی کی علی الاطلاق مذمت کرنا بھی صحیح نہیں

مولانا محترم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں پوری قوت سے خلوت وعزلت اور گوشہ نشینی کی مذمت بھی یہ کہہ کر بیان فرمائی کہ: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ سے مناجات کے لئے خلوت وعزلت میں چلے گئے، جس کی وجہ سے اتنے بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے، دعوت کو چھوڑ کر خلوت وعزلت کو اختیار کرنا قوم کی گمراہی کا سبب ہے..... اسی سیاق میں کبھی مولانا سعد صاحب حضرت مولانا زین العابدین کا یہ قصہ بھی بیان فرماتے ہیں، جو مولانا ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

''مفتی زین العابدین صاحب کو ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا: ایک جماعت آ رہی ہے اِسے تمہیں لے کر جانا ہے، مرکز نظام الدین پر ابھی جماعت آنے کو تین دن باقی تھے، مفتی صاحب نے عرض کیا کہ ان تین دن میں رائے پور حضرت شاہ عبد القادر صاحب کی خدمت میں حاضری دے کر آ جاؤں گا، حضرت مولانا نے اجازت دے دی، وہ تشریف لے گئے، حضرت رائے پوری کی خانقاہ میں اس قدر انوار وبرکات تھے کہ ان کا دل مچل گیا، اور تین دن سے زائد عرصہ ٹھہر گئے، اِدھر مرکز پر جماعت آ گئی، حضرت مولانا پریشان ہیں، مفتی صاحب آ نہیں رہے ہیں، مولانا نے حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا صاحبؒ) کو سہارنپور صورتِ حال لکھی، حضرت شیخ بنفس نفیس رائے پور تشریف لے گئے، اور شیخ نے مفتی صاحب کو خطاب کرتے فرمایا: تم یہاں کہاں اٹک گئے؟ چچا جان پریشان ہیں، اور آپ کے منتظر ہیں، مفتی صاحب نے فرمایا یہاں بہت مزہ آ رہا ہے، شیخ نے فرمایا: انفرادی اعمال کے پہاڑ اجتماعی اعمال کے ذرات سے بھی چھوٹے ہیں۔ (آگے مولانا فرماتے ہیں:)

مجھے غم ہے ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ چھ نمبر میں پورا دین نہیں ہے، جو ایسا کہتا ہے وہ اپنی ہی دہی کو کھٹا کہتا ہے۔

یہ سمجھنا کہ تبلیغ میں تزکیہ نہیں یہ جہالت ہے، چاہے وہ کہنے والا شیخ وقت کیوں نہ ہو، ہم اس کام کو خود مصلح سمجھ کر کریں، اب ہماری نظریں اصلاح کے لئے دائیں بائیں جانے لگیں، مجھے حیرت ہے اس پر کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ: آپ کا اصلاحی تعلق کس سے ہے؟ آپ کیوں نہیں کہتے کہ: میرا اصلاحی تعلق اس کام سے ہے۔

ایک شخص میرے پاس آیا اس نے کہا مجھے ایک ماہ کی چھٹی چاہئے، اپنے شیخ کے پاس اعتکاف کے لئے، میں نے کہا تم کو کام میں لگے ہوئے چالیس سال ہو گئے اب تک تم نے عبادت ودعوت کو جمع کیوں نہ کیا؟ جو عبادت کے لئے دعوت سے چھٹی مانگ رہا ہے، وہ دعوت کے بغیر عبادت میں ترقی کیسے کرے گا؟ انتہی بلفظہٖ'' یہ مولانا کی تقریر کا اقتباس ہے جس کو احقر نے خود بھی سنا ہے۔ (ماخوذ از: راہِ اعتدال ص ۲۴، ۲۵)

ان سب باتوں سے امت کا ذہن یہی بنتا ہے کہ تصوف وخانقاہ، پیری مریدی، خلوت وعزلت اور گوشہ نشینی یہ سب غیر ضروری چیزیں بلکہ امت کی گمراہی کا سبب ہیں، چنانچہ ایسی باتوں کو سن کر بہت سے پرانے اصحابِ تبلیغ وقت لگائے ہوئے اہلِ خانقاہ سے اور رمضان شریف میں کسی بزرگ کے پاس اعتکاف کی غرض سے جانے والوں پر نکیر اور اعتراض کرنے لگے ہیں، حالانکہ یہ بات مفسّرین نیز خود اکابر علماء دیوبند اور مسلک دیوبند نیز مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایت کے بھی خلاف ہے۔

(۱) علامہ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں:

فمكث على الطور يناجيه ربّه ويسأله موسىٰ عليه السلام عن أشياء كثيرة وهو تعالىٰ يجيبه عنها. (قصص الانبیاء ص ۳۵۶)

(۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنی کتاب ''فتنۂ مودودیت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''گوشۂ خلوت میں بیٹھنے کے متعلق مودودی صاحب اپنے سارے لٹریچر میں جتنی بھی چاہے پھبتیاں اڑائیں لیکن قرآن پاک میں **فَأْوُا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ**، ہی کو مرتب فرمایا ہے، اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت جنگلوں میں دس برس تک بکریاں چرانے کے بعد ہی ملی ہے، اور اس کو تو شائد تاریخ کا بچہ بچہ بھی جانتا ہوگا کہ حضور ﷺ کو نبوت گوشۂ تنہائی میں ہی ملی ہے، اور یہی نہیں بلکہ ہجرت کے بعد تک بھی حضور ﷺ نے اس گوشۂ تنہائی میں جا کر بیٹھنے کو ترک نہیں فرمایا، حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے **كان النبي ﷺ يبدو إلى هذه التلاع** (رواہ ابوداؤد) ہجرت کے بعد ہی کا معمول ہے۔ (فتنۂ مودودیت یا جماعتِ اسلامی ایک لمحۂ فکریہ ص ۵۵، مطبوعہ سہارنپور)

(۳) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے شیخ شارح حدیث صاحب بذل المجہود حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ ''**المهنّد على المفنّد**'' میں گیارہویں سوال جواب کے تحریر فرماتے ہیں:

سوال: کیا صوفیہ کے اشغال میں مشغول اور ان سے بیعت ہونا تمہارے نزدیک جائز؟ اور مشائخ کی روحانیت سے اہلِ سلوک کو نفع پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقائد کی درستی اور شرع کے مسائل ضروریہ کی تحصیل سے فارغ ہو جاوے تو ایسے شخص سے بیعت ہو جو شریعت میں راسخ القدم ہو، دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت کا طالب ہو، نفس کی گھاٹیوں کو طے کر چکا ہو، خوگر ہو نجات دہندہ اعمال کا، اور علحدہ ہو تباہ کن افعال سے، خود بھی کامل ہو دوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہو، ایسے مرشد کے ہاتھ میں دے کر اپنی نظر اس کی نظر میں مقصود رکھے، اور صوفیہ کے اشغال یعنی ذکر وفکر اور اس میں فناء تام کے ساتھ مشغول ہو اور اس نسبت کا اکتساب کرے جو نعمتِ عظمیٰ اور غنیمتِ کبریٰ ہے، جس کو شرع میں احسان کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، اور جس کو یہ نعمت میسر نہ ہو اور یہاں تک نہ پہنچ سکے، اس کو بزرگوں کے سلسلہ میں شامل ہو جانا ہی کافی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: **المرء مع من أحب أولٰئک قوم لا يشقىٰ جليسهم** کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو، وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہ سکتا، اور بحمد للہ ہم اور ہمارے مشائخ ان حضرات کی بیعت میں داخل اور ان کے اشغال کے شاغل اور ارشاد وتلقین کے درپے رہے ہیں، والحمد للہ علیٰ ذلک۔

(المهنّد على المفنّد، التصديقات لدفع التلبيسات ص ۱۷، سوال ۱۱، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

(۴) نیز حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں پرانے تبلیغی کارکنان کو ہدایت دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

چند باتوں کی طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں (اس کے بعد پندرہ ہدایتیں تحریر فرمائی ہیں جو تمام تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے مشعلِ راہ کا درجہ رکھتی ہیں اس میں تحریر فرماتے ہیں:

''جو (کارکنان تبلیغ کسی شیخ سے) بیعت ہیں، اور ان کو بیعت کے بعد جو ذکر بتلایا جاتا ہے، اس کو نباہ رہے ہیں یا نہیں؟ جن کو بارہ تسبیح بتائی ہیں وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں؟ جو ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں ان کو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلہ رائے پور جا کر (حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت اور ان کی خانقاہ میں رہ کر) گزاریں'' (مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۳۷، مرتبہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

نیز مولانا محمد الیاس صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں جس کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے نقل فرمایا ہے:

''مجھے جب میوات میں جانا ہوتا ہے، تو میں ہمیشہ اہلِ خیر اور اہلِ ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں، پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اسے غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے سہارنپور یا رائے پور کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں، قلب اپنی حالت پر نہیں آتا، دوسرے سے کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ:

دین کے کام کے لئے پھرنے والوں کو چاہئے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوتوں کے ذکر وفکر کے ذریعہ دھویا کریں۔

(آپ بیتی ص ۴۶۵، ۴۶۶، ج ۴)

(۵) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مسلک دیوبند کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

جیسے علماء دیوبند کا رجوع ان شعبوں کی طرف یکساں ہے، اور کسی ایک شعبہ پر غلو کے ساتھ زور دینا ان کا مسلک نہیں کہ وہ تصوف کو لے کر حدیث سے بے نیاز ہو جائیں، یا حدیث کو لے کر تصوف وکلام سے بیزاری کا اظہار کرنے لگیں..... ایسے ہی ان شعبوں کی مقدس شخصیتوں کی طرف ان کا رجوع اور ادب واحترام یکساں ہے، جب کہ ان میں سے ہر ہر شخص کسی نے کسی جہت سے ذاتِ اقدس نبوت سے وابستہ اور نور نبوت سے مستنیر ہے الخ۔ (علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج ص ۱۱۱)

لیکن افسوس مولانا محترم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے یہی نتیجہ نکالتے اور امت کا یہی ذہن بناتے ہیں کہ خانقاہیت اور خلوت وعزلت امت کی گمراہی کا سبب ہے، چنانچہ بڑی تعداد میں امت کا ذہن اسی کے مطابق بن بھی گیا ہے، ہماری جماعت کا حسنِ کمال تو تمام تعلیمات شرعیہ میں اعتدال اور غلو سے انحراف تھا، لیکن افسوس! کہ مولانا کی اس ذہن سازی کے نتیجہ میں اصحاب دعوت وتبلیغ غلو کا شکار ہو رہے ہیں، مولانا موصوف کام کو اس رُخ پر لے گئے کہ اصحاب تبلیغ ان کی اس نوع کی باتوں کو سن کر غلو کا شکار ہو گئے اور خانقاہی نظام اور خلوت وعزلت اور رمضان شریف میں اکابر کے پاس وقت گزارنے پر بھی نکتہ چینی کرنے لگے، العیاذ باللہ، حالانکہ یہ عمل یعنی رمضان شریف میں صحابہ کرام کی بڑی تعداد کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معتکف ہونا اور آپ کی صحبت سے مستفید ہونا حدیث پاک سے ثابت ہے۔

(ملاحظہ ہو رسالہ فضائل رمضان، فصل ثالث، حدیث نمبر ا، عن ابی سعید الخدری، فضائل اعمال ص ۶۸۷)

اب غور کرنا چاہئے کہ خانقاہ اور خلوت وعزلت کے تعلق سے مولانا جتنی باتیں بیان کیا کرتے ہیں وہ مندرجہ بالا اکابر ومشائخ کی ہدایات اور مسلک دیوبند وسہارنپور کی تصریحات کے خلاف ہیں یا نہیں؟

سوال یہ ہے کہ خانقاہ، خلوت وعزلت اور بزرگوں سے اصلاحی تعلق، پیری مریدی وغیرہ کے متعلق کیا اکابر علماء دیوبند وسہارنپور کا یہی مسلک ومشرب ہے جس کو مولانا بیان فرمایا کرتے ہیں، اور ساتھ ہی تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے مسلک دیوبند سہارنپور سے ہٹ کر رائے قائم کرنے کو انتہائی گمراہی اور فتنہ ہونا بھی بیان فرماتے ہیں، ایک طرف تو مولانا کے بیانات کو پیش نظر رکھئے دوسری طرف اس سلسلہ میں علمائے دیوبند وسہارنپور کے مسلک ومشرب کو سامنے رکھئے، اور خود ہی فیصلہ کیجئے، دونوں میں کتنی مطابقت ہے۔

ایک بڑا علمی مغالطہ

حق تعالیٰ کے فرمان مَا أَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یَا مُوْسیٰ میں استفہام انکاری نہیں ہے

ایک بہت بڑی غلط فہمی اور علمی مغالطہ بہت سے حضرات کو آیت مَا أَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یَا مُوْسیٰ، سے ہوا ہے اور وہ یہ کہ اس کو استفہام انکاری مانتے ہوئے اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے پاس حاضری میں جلدی کی، اور قوم کو چھوڑ کر آپ حق تعالیٰ سے مناجات کے لئے جلدی آ گئے تھے جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کے پانچ لاکھ اٹھاسی ہزار لوگ گمراہ ہو گئے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ

نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: مَا أَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یَا مُوْسیٰ، بعض مفسرین نے بھی اسی انداز کی بات لکھی ہے۔

لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تنبیہ کے طور پر مَا أَعْجَلَکَ فرمایا؟ اور کیا واقعی آپ کی اس تعجیل کے نتیجہ میں اتنے بنی اسرائیل گمراہ ہوئے تھے، اس کی تحقیق مختصراً درج ذیل ہے۔

(۱) علماء محققین کا کہنا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مَا أَعْجَلَکَ فرمانا انکار وتنبیہ کے لئے نہ تھا بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے فرمان کے مطابق اس کہنے سے مقصود موسیٰ علیہ السلام کا اکرام اور ان کی تسکین قلب اور رحمت مقصود تھی، چنانچہ تفسیر قرطبی میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے حوالہ سے یہی مضمون نقل کیا گیا ہے:

قال ابن عباسؓ کان الله عالماً ولکن قال ما أعجلک عن قوم رحمةً لموسیٰ واکراماً له بهذا القول، وتسکیناً بقلبه ورقة علیه. (تفسیر قرطبی ص ۱۵۵، ج ۱۱)

(۲) حق تعالیٰ کے فرمان: ''مَا أَعْجَلَکَ''، میں اگر واقعی استفہام اور تنبیہ مقصود تھی تو اللہ تعالیٰ مَا أَعْجَلَکَ نہیں بلکہ لِمَ أَعْجَلَکَ فرماتا کہ اے موسیٰ تم نے جلدی کیوں کی؟ جیسے انکار کے دوسرے موقعوں میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: عَفَا اللّٰهُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ.

(سورۂ توبہ پ ۱۰، آیت ۴۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف تو کردیا لیکن آپ نے ان کو ایسی اجازت کیوں دے دی تھی۔ (بیان القرآن)

اور ارشاد فرمایا: یَا أَیُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ. (سورۂ تحریم پ ۲۸، آیت ۱)

ترجمہ: اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ اس کو اپنے اوپر کیوں حرام فرماتے ہیں۔ (بیان القرآن)

اور ارشاد فرمایا: یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ. (سورۂ صف، پ ۲۸، آیت ۲)

ترجمہ: اے ایمان والوں ایسی بات کیوں کہتے ہو کرتے نہیں ہو۔ (بیان القرآن)

اسی طرح انکار کے موقع پر یہاں بھی حق تعالیٰ فرماتا، لِمَ أَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یٰمُوْسیٰ، کہ ایسی موسیٰ تم نے اپنی قوم سے جلدی کیوں کی؟ بجائے لِمَ أَعْجَلَکَ کے مَا أَعْجَلَکَ کہنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ انکار کے طور پر نہیں ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مَا أَعْجَلَکَ کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عَجِلْتُ إِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضیٰ کہنا کہ میں نے آپ کی خوشنودی کے لئے تاکہ آپ کی رضا کی زیادتی کا باعث ہو، اس لئے جلدی کی ہے، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

عَجِلْتُ إِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضیٰ قال ابن کثیر أی لتزداد عنی رضاً. (ابن کثیر ص ۲۱۷، ج ۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب کو قبول فرمایا اور اس جواب پر کوئی ملامت وعتاب یا حق تعالیٰ کی ناراضگی اور نکیر منقول نہیں، یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ ما أعجلک میں استفہام انکاری نہیں ہے، جیسا کہ قرطبی نے اس کی صراحت بھی کردی ہے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کو استفہام انکاری اور ملامت اور تنبیہ کے لئے نہیں سمجھا، ورنہ فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام توبہ واستغفار کرتے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب حق تعالیٰ سے اپنے دیدار کی خواہش ظاہر کی تھی، رَبِّ أَرِنِیْ اَنْظُرْ إِلَیْکَ، إِلیٰ قَوْلِهٖ تَعَالیٰ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَکَ تُبْتُ إِلَیْکَ. (سورہ اعراف پ ۹)

ترجمہ وتفسیر: شدت انبساط سے موسیٰ علیہ السلام کو دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا، عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں، ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو دنیا میں ہرگز نہیں دیکھ سکتے، لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو ہم اس پر ایک جھلک ڈالتے ہیں سو اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے، پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی، تجلی نے اس پہاڑ کے پرخچے اڑا دیئے، اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوکر گر پڑے اور جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بیشک آپ کی ذات منزّہ اور رفیع ہے، میں آپ کی جناب میں اس مشتاقانہ درخواست سے توبہ کرتا ہوں۔ (بیان القرآن، توضیح القرآن)

دیکھئے یہاں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً توبہ اور معذرت فرمائی۔

اور مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو ایک گھونسا مارا جس کی وجہ سے اس کی موت ہوگئی حالانکہ آپ نے اُس کے قتل کرنے کا قصد نہیں کیا تھا محض اجتہادی خطا سے یہ نوبت آگئی، آپ نے فوراً حق تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کیا، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

فَوَكَزَهُ مُوسىٰ فَقَضَى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ اِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِيْنٌ، قَالَ رَبِّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (سورہ قصص، پ۲۰، آیت ۱۵، ۱۶)

ترجمہ: تو موسیٰ نے اُس کو گھونسا مارا تو اس کا کام ہی تمام کر دیا، موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے یہ تو شیطانی حرکت ہوئی بیشک شیطان کھلا دشمن ہے غلطی میں ڈال دیتا ہے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ سے قصور ہوگیا آپ معاف کر دیجئے، سو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا بلاشبہ وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو گھونسا مارا جس کے نتیجہ میں وہ مر گیا، حالانکہ آپ نے اس کے قتل کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا، بلکہ آپ نے مظلوم کی مدد کے لئے ظالم کو اس کے ظلم سے روکنے کے لئے ایک گھونسا مارا تھا، اتفاق کہ وہ مر گیا، لیکن اس کے باوجود آپ نے استغفار فرمایا، اور یہاں زیر بحث قصہ میں مولانا کی نقل کے مطابق پانچ لاکھ اٹھاسی ہزار لوگ مرتد ہو گئے، لیکن ایک مرتبہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت اور استغفار نہیں فرمایا، اگر واقعی یہ استفہام انکاری ہوتا اور آپ کا جلدی جانا قابل ملامت ہوتا تو حق تعالیٰ کے **مَا أَعْجَلَكَ** کے فرمان کے بعد آپ ضرور بروقت استغفار فرماتے اور توبہ کرتے، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، اس لئے صحیح بات یہی ہے کہ **مَا أَعْجَلَكَ الآية** میں استفہام انکاری نہیں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ بروقت آپ کو حکم دیتا کہ آپ اپنی قوم کے پاس فوراً واپس جائیے اور ان کی خبر لیجئے، بلکہ مفسرین کی تصریح کے مطابق اس کہنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکریم و تسکینِ قلب اور مزید رحمت اور ان کے شوق کا ذکر مقصود ہے، چنانچہ تفسیر مظہری و قرطبی کی عبارتیں بھی اس کی مؤید ہیں:

قال ابن عباسؓ كان الله عالماً ولكن قال ما أعجلك عن قوم رحمةً لموسىٰ واكراماً له بهذا القول، وتسكيناً بقلبه ورقّة عليه. (تفسیر قرطبی ص ۱۵۵، ج ۱۱)

اور تفسیر مظہری میں ہے: **مَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَا مُوسىٰ قلت: وهذا سوال تقرير كما يسئل المحبوب من المحب حين يراه فى غاية المحبة والشوق كي يذكر شوقه لكن فيه مظنة إنكار بما فيه من ترك موافقة الرفقة فأجاب موسىٰ عن الأمرين. الخ** (تفسیر مظہری ص ۱۵۵، ج ۶)

یہ کہنا بھی غلط ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی عجلت کی وجہ سے بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے تھے

یہ کہنا بھی قطعاً غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر حاضری میں قوم سے جلدی کی جس کی وجہ سے قوم کے اتنے لوگ گمراہ ہو گئے، کیونکہ صحیح تحقیق کے مطابق گمراہ ہونے والی تو وہ قوم تھی جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس چھوڑ کر گئے تھے، اور حضرت ہارون علیہ السلام ہی کو ان کی نگرانی اور اصلاح کی ذمہ داری سپرد کی تھی، لیکن سامری نے ان کو گمراہ کر دیا تھا، چنانچہ خود قرآن پاک میں ہے:

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلاً جَسَداً لَّهُ خُوَارٌ. (سورہ اعراف پ۹)

حافظ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

يخبر تعالىٰ عن ضلال من ضل من بني اسرائيل في عبادتهم العجل الذى اتخذه السامرى ....وكان هذا منهم بعد ذهاب موسىٰ لميقات ربه تعالىٰ واعلمه الله تعالىٰ بذلك وهو على الطور حيث يقول تعالىٰ اخباراً عن نفسه الكريمة: قال فانا قد فتنا قومك من بعدك واضلهم السامرى الخ. (تفسیر ابن کثیر ص ۲۵۳، ج ۲، سورہ اعراف)

اور تفسیر قرطبی میں ہے:

وکان موسیٰ وعد قومه ثلاثين يوماً فلما أبطأ في العشر الزائد ومضت ثلاثون ليلةً قال السامري لبني اسرائيل وكان مطاعاً فيه الخ. (تفسیر قرطبی ص۲۸۳، ج۴)

اور موسیٰ علیہ السلام نے جن لوگوں سے جلدی کی تھی یعنی ان کو اپنے پیچھے چھوڑ کر آپ آگے تنہا اللہ کی جناب میں حاضر ہوگئے اس سے مراد وہ ستر نقباء ہیں جن کا آپ کے ساتھ میں توریت لینے کے لئے کوہِ طور پر جانا طے ہوا تھا، آپ کے جلدی کرنے کا تعلق ان ستر لوگوں سے ہے، نہ کہ پوری قوم سے، اور آپ کی جلدی کی وجہ سے یہ ستر لوگ گمراہ نہیں ہوئے تھے، بلکہ وہ لوگ گمراہ ہوئے تھے جن کو آپ اپنے پیچھے حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس چھوڑ کر آئے تھے، علماء محققین ومفسرین اور اکابر علماء دیوبند کی اس پر واضح تصریحات موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے جلدی کرنے کا تعلق ستر افراد سے تھا، اور گمراہ ہونے والے دوسرے بنی اسرائیل تھے۔

جیسا کہ قرآن پاک کی اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے: **وَمَا اَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ يَا مُوْسیٰ، قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰی اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَيْکَ رَبِّ لِتَرْضیٰ.** (سورہ طہٰ، پ۱۶، آیت۸۳، ۸۴)

ترجمہ: اور اے موسیٰ آپ کو اپنی قوم سے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا، اُنہوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ بھی تو ہیں میرے پیچھے پیچھے، آرہے ہیں، اور میں سب سے پہلے آپ کے پاس جلدی اس لئے آیا کہ آپ زیادہ خوش ہوں گے۔

اس سلسلہ میں مفسرین کرام کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(۱) تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تحریر فرماتے ہیں:

(مَا أعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ يَا مُوْسیٰ) قال البغوي: أي ما حملك على العجلة عن قومك، وذلك أن موسیٰ اختار من قومه سبعين رجلاً حتیٰ يذهبوا معه إلى الطور، لياخذوا التوراة فسار بهم، ثم عجّل موسیٰ من بينهم شوقاً إلى ربهم، وخلف السبعين وأمرهم أن يتبعوه إلى الجبل. (تفسیر مظہری ص۱۵۵، ج۶)

(۲) تفسیر جلالین میں ہے:

(مَا أعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ يَا مُوْسیٰ) ولما أمر الله تعالیٰ موسیٰ بحضور الميقات مع قوم مخصوصين وهم السبعون الذين اختارهم الله تعالیٰ من جملة بني اسرائيل ليذهبوا معه إلى الطور لأجل أن يأخذوا التوراة فسار بهم موسیٰ ثم عجّل من بينهم شوقاً إلى ربه وخلفهم ورائه وأمرهم ان يتبعوه الى الجبل. (تفسیر جلالین ص۲۶۵، ج۲)

(۳) تفسیر معالم التنزیل میں علامہ بغوی تحریر فرماتے ہیں:

(مَا أعْجَلَکَ)أي ما حملك على العجلة (عن قومك)وذلك أن موسیٰ اختار من قومه سبعين رجلاً حتیٰ يذهبوا معه إلى الطور، لياخذوا التوراة فسار بهم، ثم عجّل موسیٰ من بينهم شوقاً إلى ربهم، وخلف السبعين وأمرهم ان يتبعوه إلى الجبل. (معالم التنزیل ص۲۷۱، ج۳)

(۴) تفسیر قرطبی میں علامہ قرطبی تحریر فرماتے ہیں:

(مَا أعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ يَا مُوْسیٰ)أي ما حملك على أن تسبقهم؟ قيل: عنى بالقوم جميع بني اسرائيل فعلى هذا قيل: استخلف هارون على بني اسرائيل وخرج معه سبعون رجلاً للميقات.

وقال قوم أراد بالقوم السبعين الذين اختارهم، وكان موسیٰ لما قرب من الطور سبقهم شوقاً إلى سماع كلام الله تعالیٰ الخ. (تفسیر قرطبی ص۲۳۳، ج۱۱)

(۵) تفسیر طبری میں ہے:

وَمَا أَعْجَلَکَ (أيّ شئی) عن قومک یا موسیٰ فتقدمتهم وخلفتهم وراءک ولم تکن معهم. (تفسیر طبری ص۱۴۵، ج۸)

(۶) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کوہِ طور پر آکر ایک مہینہ اعتکاف کے ساتھ قیام کرو، اور اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو لیتے آؤ، ہم اس مدت کے گزرنے پر تم کو ایک کتاب دیں گے الخ'' (الترتیب اللطیف فی قصة الکلیم والحنیف ص۲۸)

(۷) مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام حسبِ وعدہ نہایت اشتیاق کے ساتھ کوہِ طور پہنچے، شاید قوم کے بعض نقباء کو بھی ہمراہ لے جانے کا حکم ہوگا، وہ ذرا پیچھے رہ گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام شوق میں آگے بڑھے چلے گئے، حق تعالیٰ نے فرمایا ایسی جلدی کیوں کی کہ قوم کو پیچھے چھوڑ آئے؟ عرض کیا تیری خوشنودی کے لئے جلدی حاضر ہوگیا، اور قوم بھی کچھ زیادہ دور نہیں، یہ میرے پیچھے چلی آرہی ہے۔ (تفسیر عثمانی ص۴۲۳، سورہ طٰہٰ، پ۱۶)

ان سب نقول سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جلدی کرنے کا تعلق صرف ستر نقباء سے تھا، نہ کہ پوری قوم سے، اور گمراہ ہونے والی قوم میں بنی اسرائیل کے وہ افراد تھے، جو حضرت ہارون علیہ السلام کی زیرِ نگرانی تھے، اور جن کو سامری نے گمراہ کردیا تھا، ان ستر نقباء کا اس سلسلہ میں ان سے کوئی تعلق نہ تھا، لہٰذا یہ کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام کی جلد بازی کی وجہ سے قوم گمراہ ہوگئی، یہ بڑا علمی مغالطہ ہے، اور موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور ان پر بڑا الزام ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حق تعالیٰ سے مناجات کے لئے خلوت میں چلا جانا بھی اللہ کے حکم اور اسی کے مرضی ہی سے تھا، اس لئے محمود و مطلوب تھا، اس پر نکیر کرنا بھی بڑی سخت غلطی ہے، کیونکہ خلوتوں میں ذکر و مناجات تو خود شرعاً مطلوب و محمود ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

فمکث علی الطور يناجيه ربه وسأله موسیٰ عليه السلام عن أشياء كثيرة وهو تعالیٰ يجيبه عنها. (قصص الانبیاء ص۳۵۶)

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ آیت: ''وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا'' (سورہ طٰہٰ پ۱۶) کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

مواضع دعوت سے قطعِ نظر جب ہر ایک کو دوسرے کی معیت سے تقویت قلب حاصل ہوگی تو اپنی خلوتوں میں نشاط و طمانیت کے ساتھ تیرا ذکر بکثرت کرسکیں گے۔ (تفسیر عثمانی ص۴۱۸، سورہ طٰہٰ، پ۱۶)

خلاصۂ کلام

(یہ مضمون بعد میں اضافہ کیا گیا ہے)

مندرجہ بالا مضمون میں ذکر کردہ تفصیلات، معتمد کتب تفسیر، اور اکابر علمائے دیوبند کی تصریحات سے واضح اور یقینی طور پر مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی کوہِ طور پر مناجات کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

(۲) اس مدت میں بھی دعوت و تبلیغ کا کام بند نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت ہارون علیہ السلام برابر اس کام کو انجام دیتے رہے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستّر (۷۰) نقباء سے آگے جانے میں جلدی کی تھی، اور گمراہ ہونے والے قوم کے وہ افراد تھے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی زیرِ نگرانی تھے، موسیٰ علیہ السلام کے جلدی چلے جانے سے ان کی گمراہی کا کوئی تعلق نہ تھا۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس جلدی چلے جانے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی نکیر اور ناراضگی نہیں فرمائی، بلکہ ان کی یہ تعجیل قابل تعریف سمجھی گئی۔

(۵) حدودِ شرع میں رہتے ہوئے خلوت وعزلت اور گوشہ نشینی بھی شرعاً مطلوب ومحمود اور سنن انبیاء میں سے ہے، اس کو علی الاطلاق ارتداد اور گمراہی کا سبب قرار دینا خود گمراہی ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ انفرادی اعمال کے پہاڑ اجتماعی اعمال کے ذرات سے بھی چھوٹے ہیں، یہ بات بھی علی الاطلاق صحیح نہیں۔

(۶) محترم جناب مولانا محمد سعد صاحب سے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے تعلق سے اب تک جتنی غلط باتیں بیان ہوئی ہیں، اپنے مختلف رجوع ناموں میں سے چوتھے رجوع نامہ میں انہوں نے قابل اعتراض تمام باتوں سے بلا تاویل وتوجیہ رجوع کرلیا ہے، اور واضح طور پر فرمادیا ہے کہ اس سلسلہ میں علمائے دیوبند کا جو مسلک اوران کی جو تحقیق ہے وہی میرا بھی مسلک ہے، اور ہم بھی ان ہی کی اتباع کرتے اوران کی تحقیقات پر پورا اعتماد کرتے ہیں، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''بندہ کو علمائے دارالعلوم دیوبند پر مکمل اعتماد ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر تشریف لے جانے والے واقعہ میں بندہ اپنے تمام بیانات سے بلا تاویل وتوجیہ رجوع کرتا ہے، اور آئندہ اس کو بیان کرنے سے انشاء اللہ مکمل اجتناب کرنے کا پختہ ارادہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنا حفظ وامان عطا فرمائے، آمین''

۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲/ فروری ۲۰۱۷ء

بندہ محمد سعد بنگلہ والی مسجد، نظام الدین دہلی

(ماخوذ سعادت نامہ، مولانا سعد صاحب کا رجوع نامہ ص ۲۵)

اس لئے مولانا محترم کے اس واضح رجوع کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے ان کے سابقہ بیانات کی وجہ سے اب ان پر کوئی اعتراض یا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا بشرطیکہ آئندہ وہ ایسی غلطیوں کا اعادہ نہ کریں اوران کے بیان سے پوری احتیاط رکھیں، تاہم مولانا کے لئے مناسب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے یا دوسری اغلاط کے تعلق سے عام مجمعوں میں جو غلط باتیں ان سے بیان ہوئی ہیں، اسی طرح عام مجمعوں میں صحیح بات بھی وہ امت کے سامنے بیان کردیں تاکہ ان کے ذریعہ امت کو جو غلط پیغام پہنچ چکا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے جو بدگمانیاں لوگوں کے ذہنوں میں ان کے بیان کی وجہ سے آگئی ہیں ان کا ازالہ ہوسکے، اور خود ان کی طرف سے بھی لوگوں کو جو بدگمانیاں ہیں وہ بھی دور ہوجائیں اور لوگوں کے ذہن ان کی طرف سے بھی صاف ہوجائیں۔

(۷) سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے جو غلط باتیں مولانا سعد صاحب بیان کیا کرتے تھے، پھر ان باتوں سے مولانا نے رجوع بھی فرمالیا، لیکن اس کے باوجود حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری دامت برکاتہم (ناظم مظاہر علوم سہارنپور) کی زیر نگرانی مولانا سعد صاحب کی حمایت میں جواب لکھا گیا جس میں معتمد کتب تفسیر سے ہٹ کر دوسری ایسی تفسیروں کے نقول اور حوالے جمع کردیئے گئے ہیں کہ معتمد کتب تفسیر کے مقابلہ میں وہ ہرگز قابل التفات نہیں، نیز علمائے دیوبند کی تصریحات اور خود مولانا سعد صاحب کے اقرار واعلان اور ہدایت کے بھی خلاف ہیں، چنانچہ خود مولانا محمد سعد صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''ہم سے مختلف مواقع میں بیانات میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ، خاص طور سے ان کا انفرادی عبادت میں مشغول ہوجانا اس بارے میں بیان ہوا ہے، کوئی بھی ایسی بات جس سے انبیاء علیہم السلام کی عظمت اوران کی عصمت اور انبیاء علیہم السلام کے کام پر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی غلطی کا شائبہ بھی ہو اس سے ہمیشہ دور رہنا چاہئے۔

دوسری بات یہ کہ اس بات کی تائید میں اور اس بات کے ثابت کرنے میں کوئی کوشش کرنا یہ بھی غلط ہے، جو چیز غلط ہے وہ غلط ہے، اس لئے اس سے اعتقاداً اور قولاً ہر طرح سے احتیاط کی جائے'' (مجلس بعد عشاء، مرکز نظام الدین، ۲/ دسمبر ۲۰۱۷ء)

جناب مولانا محمد سعد صاحب کے مذکورہ رجوع واعتراف اوران کی واضح ہدایت اور ممانعت کے باوجود ان کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان جوابات کی اب کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی، اس لئے ان سب کو کالعدم سمجھنا چاہئے۔

(۸) کاش مولانا محمد سعد صاحب اپنے اس نوع کے تمام مجتہدات سے اوراس نوع کی تمام کی تمام غلطیوں سے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں اوراس نوع کی پچاسوں باتیں جن میں وہ مسلک جمہور سے ہٹ کر یا علمائے دیوبند کی تحقیقات وتصریحات کے خلاف بیان کیا کرتے ہیں آئندہ کے لئے ان سب سے ہمیشہ کے لئے باز آجائیں، اور نئے نئے اجتہادات کا دروازہ بالکل بند کردیں، اوراب تک جو بیان کر چکے ہیں کما حقہ اس کی تلافی بھی کرلیں تو یہ ان کے حق میں بھی نیز تمام تبلیغی ساتھیوں کے حق میں بھی ہر اعتبار سے انشاء اللہ بہتر ہوگا، دین وشریعت کا اور امت کے ساتھ خیر خواہی کا بھی بیشک یہی تقاضا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے اور جمنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

منجانب محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث وفقہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۵؍شوال ۱۴۳۸ھ